قرآنیات

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ البقرۃ

(۱۴)

(گذشتہ سے پیوستہ)

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

اور [۲۰۳] یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد [۲۰۴] لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے اور والدین [۲۰۵] کے ساتھ اور قرابت مندوں اور یتیموں اور مسکینوں [۲۰۶] کے ساتھ حسنِ سلوک

۲۰۳۔ اتمامِ حجت کا جو مضمون پیچھے سے چلا آ رہا ہے، یہ اب اس میں یہود کو ان کے نقضِ عہد کی یاد دہانی کی جا رہی ہے تاکہ اُن پر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے جس عہد و میثاق کو وہ اپنا سرمایۂ فخر و ناز سمجھتے ہیں، اُس کے ساتھ اُن کا رویہ کیا رہا ہے۔

۲۰۴۔ اس سے مراد وہ ابتدائی عہد ہے جو بنی اسرائیل سے توحید اور ادائے حقوق سے متعلق لیا گیا۔

۲۰۵۔ اللہ تعالیٰ کا حق بیان کرنے کے فوراً بعد یہ والدین کے حق کا ذکر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ خدا کے بعد سب سے بڑا حق انسان پر اگر کوئی ہے تو انھی کا ہے۔

۲۰۶۔ والدین اور اقربا کے معاً بعد یتیموں اور مسکینوں کا ذکر اسلامی معاشرے میں اُن کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔

وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْکُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَآءَکُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَکُمْ مِّنْ

کروگے[۲۰۷]۔ اور (عہد لیا کہ) لوگوں سے اچھی بات کہو[۲۰۸] اور نماز کا اہتمام کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ پھر تم میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا تم سب (اُس سے) پھر گئے اور (حقیقت یہ ہے کہ) تم پھر جانے والے ہی لوگ ہو[۲۰۹]۔ ۸۳

اور یاد کرو، جب ہم نے تم سے عہد[۲۱۰] لیا کہ آپس میں خون نہ بہاؤ گے اور اپنے لوگوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالو گے۔ پھر تم نے اقرار کیا اور تم اس کے گواہ ہو[۲۱۱]۔ پھر یہ تمھی ہو کہ اپنوں کو

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۲۰۷۔ حسنِ سلوک ادائے حقوق سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کے معنی ہی یہ ہیں کہ دوسروں کے حقوق نہایت خوبی کے ساتھ ادا کر دیے جائیں۔

۲۰۸۔ یہ کم و بیش وہی بات ہے جو اسی سورہ کی آیات ۲۶۲، ۲۶۳، سورۂ نساء (۴) کی آیات ۵، ۸، ۹ اور سورۂ بنی اسرائیل (۱۷) کی آیت ۲۸ میں بالترتیب 'قول معروف و مغفرة'، 'قولوا لهم قولاً معروفاً'، 'وليقولوا قولاً سديداً' اور 'فقل لهم قولًا ميسوراً' کے الفاظ میں کہی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ادائے حقوق کے ساتھ ان حق داروں کی عزتِ نفس بھی ہر حال میں ملحوظ رہنی چاہیے۔ لہٰذا ان سے جو بات بھی کی جائے، نہایت شریفانہ اور مہذب انداز میں کی جائے۔ سختی اور ترش کلامی کا رویہ ہرگز اختیار نہ کیا جائے۔ ادائے حقوق کے ساتھ یہ چیز نہ ہو تو آدمی کا سارا حسنِ سلوک غارت ہو سکتا ہے۔

۲۰۹۔ یعنی یہ کوئی ایسا جرم نہیں ہے جو تم سے اتفاقاً صادر ہو گیا ہو، بلکہ تمھارا مستقل رویہ یہی رہا ہے۔

۲۱۰۔ یہ اب ایک دوسرے عہد کا حوالہ دیا ہے۔

۲۱۱۔ یعنی جب یہ اقرار تم نے کیا تو تمھارے بزرگوں کی پوری جماعت اُس وقت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ موجود تھی۔ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا طریقہ یہی تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کے احکام سے ہمیشہ سب لوگوں کے سامنے آگاہ کرتے اور پھر پوری جماعت سے اُن کی پابندی کا عہد لیتے تھے۔

دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ
فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى
تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ
بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ
يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾

قتل کرتے ہو اور اپنے ہی ایک گروہ کو ان کی بستیوں سے نکالتے ہو، اس طرح کہ ظلم اور حق تلفی کے ساتھ ان کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو، اور اگر وہ قیدی ہو کر آئیں تو فدیہ دے کر اُنھیں چھڑاتے ہو[۲۱۲] دراں حالیکہ اُن کا نکالنا ہی سرے سے تمھارے لیے جائز نہ تھا۔ پھر کیا تم کتابِ الٰہی کے ایک حصے کو مانتے اور ایک حصے کا انکار کرتے ہو؟ سو تم میں سے جو یہ کرتے ہیں، اُن کی سزا اِس دنیا کی زندگی میں رسوائی کے سوا کچھ نہیں اور قیامت کے دن وہ سخت سے سخت عذاب میں پہنچا دیے جائیں گے۔ (تم یہی کرتے ہو) اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُس سے بے خبر نہیں ہے ـــــ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے آخرت دے کر دنیا خرید لی[۲۱۳]، اس لیے (قیامت میں اب) نہ ان کا عذاب ہی ہلکا ہو گا اور نہ کوئی مدد انھیں پہنچے گی۔ ۸۴-۸۶

۲۱۲۔ اس کی صورت تاریخ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلے دشمنوں سے ساز باز کر کے اپنے ہی بھائیوں کی کسی جماعت پر چڑھائی کرا دی جاتی۔ پھر قتل و غارت کے بعد جب وہ دشمنوں کے ہاتھوں میں قیدی ہو کر مدد کے طالب ہوتے تو اُن کو چھڑا کر قومی ہم دردی اور حسنِ سلوک کا مظاہرہ کیا جاتا۔

۲۱۳۔ یعنی آخرت کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دی۔ اس طرح کے مواقع پر عربی زبان میں یہ تعبیر اسی مفہوم کے لیے اختیار کی جاتی ہے۔

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com